## Lesson 2: Al-Anfal (Ayaat 20- 40):Day 8

## سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَال کی تفسیر

دین کے معاملے میں عام طور پر ہم اس طرح کی تاویلات دیتے ہیں کہ ہم تعداد میں کم ہیں۔ ہمارے گھر والے اور خاندان والے ہمارا ساتھ نہیں دیتے۔ لوگ ہماری بات نہیں سُنتے۔ تو آیت 26 میں دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں؟

وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰٮكُمۡ وَاَيَّدَكُمۡ بِنَصۡرِهٖ وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے ملک میں کمزور سمجھے جاتے تھے تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں پھر اس نے تمہیں ٹھکانا بنا دیا اور اپنی مدد سے تمہیں قوت دی اور تمہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم شکر کرو﴿۲۶﴾

کیا یہ صرف مدینہ والوں سے کہا جارہا ہے؟ نہیں بلکہ ہم سب سے یہ فرمایا جارہا ہے۔ اُس وقت بدر کی جنگ کا معاملہ تھا تو صحابہ کرامؓ سے فرمایا جارہا ہے کہ جب وہ مکّہ میں تھے۔ جب وہ چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ جب اُن پر ظلم و ستم ہوتا تھا تو اللہ نے اُن کی مدد فرمائی۔ اُن کو مدینہ جیسی اسلامی مملکت عطا فرمائی۔ کسی کا قول ہے کہ اسلام بند کمروں میں تھا جب تک عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پھر اللہ کی مدد آگئی۔ اللہ نے ایسے لوگوں سے اسلام قبول کروا کے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

مومنوں کو پروردگار عالم اپنے احسانات یاد دلا رہا ہے کہ ان کی گنتی اس نے بڑھا دی، ان کی کمزوری کو زور سے بدل دیا، ان کے خوف کو امن سے بدل دیا، ان کی ناتوانی کو طاقت سے بدل دیا، ان کی فقیری

کو امیری سے بدل دیا، انہوں نے جیسے جیسے اللہ کے فرمان کی بجا آوری کی ویسے ویسے اللہ کی نعمتیں پا لیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیتا ہے یہ مان لیتے ہیں وہاں پہنچتے ہی اللہ ان کے قدم جما دیتا ہے وہاں مدینہ والوں کو ان کا ساتھی بلکہ پشت پناہ بنا دیتا ہے وہ ان کی مدد پر اور ساتھ دینے پر تیار ہو جاتے ہیں بدر والے دن اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں، اپنے مال پانی کی طرح راہ حق میں بہاتے ہیں اور دوسرے موقعوں پر بھی نہ اطاعت چھوڑتے ہیں نہ ساتھ نہ سخاوت۔ «وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ»

آپ پاکستان کا سوچ لیں کہ جب نہیں ملا تھا تو خواب دیکھتے تھے کہ اپنا ملک ہوگا تو ہم توحید اور اسلام کو بلند کریں گے اب ہم نے پاکستان کا کیا حشر کیا؟؟ شرک سے بھر دیا؟ رشوت اور اقربا پروری کو عام کر دیا؟ کیا ہم نے اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کیا؟ شریعت نافذ کر دی؟ کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں؟

جب نعمت مل جاتی ہے تو اپنا حق سمجھ کر آرام سے نہ بیٹھ جائیں۔ آپ موقع کی تلاش میں رہیں، تعداد نہ دیکھیں، اپنی طرف سے کوشش شروع کر دیں۔ ورنہ پھر مسلمان فتنے میں پڑ جائیں گے۔

مسلمان سوسائٹی میں رہتے ہوئے خود غرض نہ بنے۔ کہ ہمارا گھر تو ٹھیک ہے۔ ورنہ باہر لگی ہوئی آگ ہمارے گھر تک بھی پہنچے گی۔ باہر فتنے ہونگے تو ہمارے بچے بھی اُن کا شکار ہوں گے۔ اگر مسلمان معاشرے کو سدھارنے اور سنوارنے کا کام نہیں کرینگے تو کون کرے گا؟

آپ کنول کے پھول بن جائیں۔ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ لیکن؛

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے - بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بہت کم لوگ معاشرے کی فلاح کے لئے اُٹھتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا پرواہ۔ تقریباً ایک صدی پہلے علامہ اقبال نے یہ شعر کہا تھا۔ اگر عمل کر لیا ہوتا تو آج مسلمانوں کے حالات مختلف ہوتے۔

اپنا محاسبہ کریں کہ آپ کیا کر سکتی ہیں؟ اور کیا کریں گی؟

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو اور آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو حالانکہ تم جانتے ہو﴿۲۷﴾

یہ کونسی خیانت ہے؟ حق سے کم دینا۔ ذمّہ داری پوری نہ کرنا۔ اگر تم نے اللہ کے نبیؐ کے مشن کی زندگی چھوڑ کر اپنی ذات کی زندگی گزار دی تو آپ نے حق اَدا نہ کیا۔ جب ہم دوسروں کے حق نہیں دیتے تو ہمیں اپنا حق بھی نہیں ملتا۔

ہمارے پاس سب سے بڑی امانت ہماری روح ہے۔ اگر ہم نے روح کے تقاضے پورے نہ کیئے تو ہم نے خیانت کی۔ سورۃ الاحزاب آیت 72 میں ہے؛ ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا﴿۷۲﴾

اللہ کا پیغام، قرآن، نبیؐ کی سنّت ہمارے پاس امانتیں ہیں۔ ان کا حق ادا کریں۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور بے شک اللہ کہ ہاں بڑا اجر ہے ﴿۲۸﴾

اکثر خیانتیں انسان مال اور اولاد کے لئے کرتا ہے۔ یہ خیانتیں زیادہ تر مرد مال کے لئے اور عورت زیادہ تر اولاد کی خاطر کرتی ہے۔ اگر مرد حرام کماتے ہیں۔ تو عورتیں بچوں کو راضی کرنے کے لئے۔ ساری زندگی لوگ اسی کام میں گزار دیتے ہیں۔

فتنہ اصل میں نعمت ہوتی ہے لیکن ہم اُس کو غلط استعمال کر کے فتنہ بنا لیتے ہیں۔

مثال اولاد نعمت ہے۔ اگر صحیح تربیت کریں تو وہ ہمارے لئے خوش اور صدقۂ جاریہ بنیں گے۔ ورنہ تکلیف اور غم دینے والے۔ ہمیں کیا انعام ملے گا؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے ﴿۲۹﴾

ایک دم تقویٰ کی بات آ گئی۔

تقویٰ یہ ہے کہ اپنے نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو گناہ کی طرف لے جائے۔

تقویٰ کے کئی رنگ ہے۔ فجر کے وقت آنکھ نہیں کھلتی اس لئے کہ ڈر نہیں۔ جب اللہ سے محبت ہو گی اور اللہ کی ناراضگی یا سزا کا ڈر ہو گا تو پھر ہی نیکی کریں گے۔ تقویٰ چوکیدار، آپ کو خبر دار رکھتا ہے۔ ہے۔ فرقان آپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ پھر انسان گناہ کی طرف جاتے ہی ڈرنے لگتا ہے۔

"اے مومنو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اللہ تم کو دین اور دنیا میں نجات دے گا۔" «فُرْقَانًا» سے مراد نجات ہے دنیوی بھی اور اخروی بھی اور فتح و نصرت غلبہ و امتیاز بھی مراد ہے جس سے حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ بات یہی ہے کہ جو اللہ کی فرمانبرداری کرے، نافرمانی سے بچے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو حق و باطل میں تمیز کر لیتا ہے، دنیا و آخرت کی سعادت مندی حاصل کر لیتا ہے اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں لوگوں سے پوشیدہ کروئے جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کا وہ کامل مستحق ٹھہر جاتا ہے۔

جس کو اللہ سے محبت ہو گی وہ کیسے اللہ کو ناراض کرے گا۔

فرقان سے آپ کو پتا چلے گا کونسی نیکی بڑی ہے اور کونسی چھوٹی۔

فرقان آپ کو گناہ اور نیکی کا فرق بتاتا ہے۔ اللہ کا حکم سن کر کرنا شروع کر دیں تو یہی تقویٰ ہے۔ جب تقویٰ والے بن جائیں گے تو انسان کے اندر فرقان پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان اندر سے گناہ اور نیکی کا فرق سمجھ جاتا ہے۔ پھر اُسے دوسروں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ یہ صحیح ہے یا غلط۔

نبی کریمؐ نے مکہ میں تبلیغ شروع کی۔ مشکلات اور مصیبتیں برداشت کیں۔ پھر بھی اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ لوگوں نے مذاق اُڑایا۔ ہر طرح سے تنگ کیا لیکن آپؐ توحید کا پیغام دیتے رہے۔ (ہم بعض اوقات تنگ آجاتے ہیں۔ جلد ہی ہمت ہار دیتے ہیں۔ یہاں ہمارے لئے سبق ہے کہ صبر سے برداشت کرتے رہیں اور دین کا کام کرتے رہیں۔ ہدایت اللہ کی طرف سے آئے گی۔ ہمارا اَجر پکا ہو گیا انشاءاللہ۔ پھر اللہ خود ہی کوئی فیصلہ کر دے گا اور ہمارے لئے دنیا اور آخرت میں انعامات ہوں گے۔ چھوٹی نیکیوں کو معمولی نہ سمجھیں۔ انشاءاللہ)۔ اللہ کے نبیؐ اور صحابہ کرامؓ جیسے ہی حکم سُنتے فوراً عمل کرتے۔ قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔

آگے والی کچھ آیات ہجرت کے اسباب کے بارے میں ہیں۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ ہی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے ﴿۳۰﴾

جب ایک جگہ اللہ کا پیغام پہنچ جاتا ہے۔ لوگ عمل نہ کریں تو اللہ دوسری جگہ ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ انبیاءؑ کرامؑ کی یہی سنت رہی ہے۔ اور اگر لوگ اللہ کا پیغام سمجھ گئے ہیں۔ عمل احسن ہو گئے ہیں۔ وہاں ایک بہترین ٹیم تیار ہو گئی ہے جو امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کرتی ہے تو پھر بھی ہجرت کر کے دوسری جگہ جا کر اللہ کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔

بعض اوقات جب لوگ اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ انبیا کرامؑ کو قتل کرنے کی سازش کرنے لگتے ہیں۔ تو پھر بھی اُن کو ہجرت کا حکم مل جاتا ہے۔

مشرکینِ مکہ بھی اللہ کے نبیؐ کے خلاف سازشیں کر رہے تھے۔ نبیؐ اُس وقت تک کوئی علاقہ نہیں چھوڑتے جب تک اللہ کا حکم نہ آجائے۔ مشرکین یہی کہتے تھے کہ اللہ کے نبیؐ ہمارے مکہ میں فتنے پھیلا رہے ہیں (نعوذ باللہ)۔

چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ قریش کے تمام قبیلوں کے سرداروں نے دارالندوہ میں جمع ہونے کا ارادہ کیا۔ ملعون ابلیس انہیں ایک بہت بڑے مقطع بزرگ کی صورت میں ملا۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا اہل نجد کا شیخ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ آپ لوگ آج ایک مشورے کی غرض سے جمع ہونے والے ہیں، میں بھی حاضر ہوا کہ اس مجلس میں شامل ہو جاؤں اور رائے میں اور خیر خواہی میں کوئی کمی نہ کروں۔
آخر مجلس جمع ہوئی تو اس نے کہا اس شخص کے بارے میں پورے غور و خوض سے کوئی صیح رائے قائم کر لو۔ واللہ اس نے تو سب کا ناک میں دم کر دیا ہے۔ وہ دلوں پر کیسے قبضہ کر لیتا ہے؟۔ واللہ اگر تم نے اسے یہاں سے نکالا تو وہ اپنی شیریں زبانی اور آتش بیانی سے ہزارہا ساتھی پیدا کر لے گا اور پھر جو ادھر کا رخ کرے گا تو تمہیں چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا پھر تو تمہارے شریفوں کو تہ تیغ کر کے تم سب کو یہاں سے نکال باہر کرے گا۔

اب تو شیخ نجدی اچھل پڑا اور کہنے لگا اللہ جانتا ہے واللہ بس یہی ایک رائے بالکل ٹھیک ہے اس کے سوا کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آتی بس یہی کرو اور اس قصے کو ختم کرو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یہ پختہ فیصلہ کر کے یہ مجلس برخاست ہوئی۔

وہیں جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آج کی رات آپ اپنے گھر میں اپنے بستر پر نہ سوئیں کافروں نے آپ کے خلاف آج میٹنگ میں یہ تجویز طے کی ہے۔

کافروں نے تین ارادے کئے تھے جب ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے راز اور ان کے پوشیدہ چالیں معلوم بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ تین شور شیں کر رہے ہیں قید، قتل یا جلاوطنی۔ اس نے تعجب ہو کر پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے، اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار بہترین پروردگار ہے، تم اس کی خیر خواہی میں ہی رہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس کی خیر خواہی کیا کرتا وہ خود میری حفاظت اور بھلائی کرتا ہے۔
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر اپنے بستر پر نہ لیٹے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے پہنچ جانے کے بعد اس آیت میں اپنے اس احسان کا ذکر فرمایا اور ان کے اس فریب کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا «وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ» ”وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔“

یہاں یہ بات نوٹ کریں کہ دشمن آپؐ کی جان لینے کے لئے آرہے ہیں لیکن اللہ کے نبیؐ کو لوگوں کی امانتوں کی فکر ہے۔ آپؐ نے علیؓ کو اپنے بستر پر لیٹنے کے لئے کہا، امانتیں اُن کے سپرد کیں کہ صبح واپس کر دینا۔ اس رات سیدنا علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے۔

یہ ہے سمعنا اور اطعنا۔ جب تک ہم میں ایسے کردار نہیں ہونگے مسلم امت کامیاب نہیں ہوگی۔

آج ہمیں ایسے لوگوں کی ضروت ہے۔ صحابہ کرامؓ تاریخ ساز لوگ تھے۔ ایسے لوگوں سے مسلم قوم فلاح پائے گی۔ تاریخ ساز لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنی ذات سے اوپر اُٹھ کر دیکھیں۔

مشرکین یہ سمجھ کر کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر ے پر لیٹے ہوئے ہیں ساری رات پہرہ دیتے رہے صبح سب کود کر اندر پہنچے دیکھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں ساری تدبیر چوپٹ ہو گئی پوچھا کہ تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ آپ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: "اس وقت جب نصف النہار کی چمکدار دوپہر کو ہم ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ (یعنی اپنے والد محترم) کے گھر پر تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول دروازے پر تشریف لائے تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ (میرے والد محترم) نے کہا: "میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا (قربان) ہوں اللہ کی قسم! اس وقت آپ صلی اللہ علیہ کو کوئی نہایت اہم معاملہ یہاں تک لایا ہے۔ "تب اللہ کے نبی تشریف لائے اور (میرے والد محترم) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعال عنہ سے فرمایا: "جو بھی اور فرد گھر پر ہے، اسے اپنے سے علیحدہ کر دو، تو انہوں نے کہا: اگر کوئی ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا) ہی ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پھر انہوں نے یہ سن کر کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں (میں بھی جاؤں گا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں؛ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ یہ سُن کر خوشی سے رو پڑے۔ (عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اُس وقت میں نے جانا کہ انسان خوشی سے بھی روتا ہے)۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا میری ان دو سواریوں میں سے ایک سواری کو (زادہ راہ کے طور پر) قبول فرمایئے، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفت میں نہیں قیمتاً لوں گا۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور "جبل ثور" کی غار

میں تین راتیں متواتر ٹھرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے بیٹے حضرت عبد اللہ رات بسر کرتے تھے۔ جو ایک ذہین وفطین اور ہوشیار نوجوان تھے۔ وہ روزانہ رات کے آخری پہر مکہ پہنچ جایا کرتے اور صبح کے وقت 'قریش مکہ' کے درمیان ہوتے وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے بارے میں، جو بھی کوئی نئ خبر سنتے، اسے فوراً یاد کر لیتے اور جب رات کا اندھیرا چھانے لگتا تو واپس غار ثور کے قریب (آپ صلی اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں کو) وہ خبر آسناتے۔ اب تو قریش مکہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تلاش اور جستجو میں ہر حربہ استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا، یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کو پکڑ کر لانے والے کے لئے سو اونٹ کا انعام کا اعلان کر دیا، لیکن دشمنوں کی یہ سب کوششیں اکارت گئیں۔ اللہ تعالی ان دونوں کے ساتھ تھا، اپنی عنایت سے ان دونوں کی حفاظت اور نگہبانی فرما رہا تھا، یہاں تک کہ قریش کا ایک (کھوج لگانے والا) گروہ اسی غار ثور کے دھانے پر آ کھڑا ہوا، لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یار غار کو نہ دیکھ سکے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ خود کہتے ہیں: "میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا (اس وقت کہ جب ہم غار میں تھے) کہ ان (کفار) میں سے کوئی ایک اگر اپنے پاؤں کی طرف (یعنی نیچے) دیکھ لے، تو وہ ہم کو دیکھ لے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کمال اطمینان اور سکون سے) فرمایا: "لاتحزن إن الله معنا، ماظنك يا أبا بكر بإثنين الله ثالثهما"" کے اے ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ غم نہ کر، یقیناً اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے، تیرا اُن دو شخصوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟" یہاں تک کہ جب ان دونوں ہستیوں کے بارے میں تلاش و جستجو میں کچھ کمی ہوئی، تو یہ تین راتوں کے بعد غار سے نکلے، اور (اوپر سے لمبا چکر کاٹ کر) سمندر کے ساحلی راستے کو اختیار کرتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوئے۔"

مزید تفصیل کے لئے اُستاذہ عفت مقبول صاحبہ کے سیرتِ رسول ﷺ پر لیکچرز نورلقرآن ویب سائٹ سے سُنیں۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اگر ہم چاہیں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ دیں اس میں پہلوں کے قصے کے سوا اور کچھ نہیں ﴿٣١﴾

جب ایسے لوگوں کو اللہ کا پیغام سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سن لیا۔ ہاں ہمیں پتا چل گیا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسی آیات بیان کر سکتے ہیں۔ ایسی کلاس لے سکتے ہیں۔ ایسی تفسیر کر سکتے ہیں۔ ہمیں خود سب کچھ پتا ہے۔ ہم کسی اور سے پڑھ لیں گے۔

پھر مکہ والے کہتے ہیں کہ ہمیں نیکی والی باتیں سب معلوم ہیں۔ آپ تو بس پرانی کہانیاں اور قصّے بیان کرتے ہیں

پس یہ قول صرف جاہلوں کی خوش طبعی کیلئے کہتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث ملعون تھا۔ یہ خبیث فارس کے ملک گیا تو تھا اور رستم و اسفندیار کے قصے یاد کر آیا تھا۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت مل چکی تھی آپ لوگوں کو کلام اللہ شریف سنا رہے ہوتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوتے تو یہ اپنی مجلس جماتا اور فارس کے قصے سناتا، پھر فخراً کہتا کہو میرا بیان اچھا ہے یا محمد کا؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ بدر کے دن قید ہو کر لایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے اس کو قتل کیا گیا تھا۔«فالحَمۡدُ لِلّٰه» اسے قید کرنے والے سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے۔

ایسے لوگ ہی کہتے ہیں کہ فلاں ڈرامہ دیکھا، فلاں فلم دیکھی۔ڈراموں اور فلموں سے بھی نصیحت ملتی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن سے نصیحت نہیں لیتے بلکہ ڈراموں اور فلموں سے نصیحت کی باتیں کرتے ہیں۔

ایسے مشرکین اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔پھر کہتے تھے؛

وَاِذۡ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنۡ كَانَ هٰذَا هُوَ الۡحَـقَّ مِنۡ عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ﴿۳۲﴾

اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ دین تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر دردناک عذاب لا ﴿۳۲﴾

پھر ان کی جہالت دیکھیں کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ یا اللہ اگر یہ حق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت دے اور اس کی اتباع کی توفیق نصیب فرما لیکن بجائے اس کے یہ دعا کرنے لگے کہ ہم پر جلد عذاب بھیج۔

ابوجہل وغیرہ نے یہ دعا کی تھی جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی اور انہی میں سے بعض کا استغفار اللہ کے عذاب کی ڈھال ہے۔“ (صحیح بخاری:4648)

لیکن پھر اُن پر عذاب کیوں نہیں آیا؟ اگلی آیت کا ٹائٹل لکھ لیں؛

عذاب نہ آنے کی وجوحات۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوئے عذاب دے اور اللہ عذاب کرنے الا نہیں درآنحالیکہ وہ بخشش مانگتے ہوں ﴿۳۳﴾

اللہ کی سنت ہے کہ جن جگہوں پر نیک لوگ ہوں۔ اللہ کے پیارے لوگ ہوں وہاں عذاب نہیں آتا۔ مکہ میں عذاب اس لئے نہیں آیا کیونکہ اللہ کے پیارے نبی ﷺ اُن میں موجود تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ وہاں پر کچھ لوگ استغفار بھی کرتے تھے۔

قریشی آپس میں کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے ہم میں سے ہم پر بزرگ بنایا اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو پھر تو ہمیں عذاب دے۔ جب ایمان لائے تو اپنے اس قول پر بڑا ہی نادم ہوئے اور استغفار کیا اسی کا بیان دوسری آیت میں ہے۔ پس انبیاء کی موجودگی میں قوموں پر عذاب نہیں آتا ہاں وہ نکل جائیں پھر عذاب برس پڑتے ہیں اور چونکہ ان کی قسمت میں ایمان تھا اور بعد از ایمان وہ استغفار اہل مکہ کے لیے باعث امن وامان تھا۔ ان دو وجوہ امن میں سے ایک تو اب نہ رہا دوسرا اَب بھی موجود ہے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور اللہ انہیں عذاب کیوں نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں اس میں تو اہل پرہیز گاری ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے ﴿۳۴﴾

چنانچہ اہل مکہ سے جنگ بھی ہوئی، انہیں ضرور بھی پہنچے، ان پر قحط سالیاں بھی آئیں ۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٥﴾

اور کعبہ کے پاس ان کی نماز سوائے سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے اور کچھ نہیں تھی سو عذاب سبب اس کے کہ تم کفر کرتے تھے ﴿۳۵﴾

اہلِ مکہ کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ وہ خود کو حرم کے متولی سمجھتے تھے۔ حالانکہ وہ اس قابل ہی نہیں رہے۔ انہوں نے دین کو بدل دیا تھا۔ شرک کرتے تھے اور اپنے آپ کو نیک سمجھتے تھے۔

جب قوموں پر زوال آتا ہے تو وہ دین میں اپنی مرضی کی رسومات شامل کر لیتے ہیں۔ اور دین کو نام اور نمائش کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

آج بھی دین کے نام پر رنگارنگ چیزیں شامل کر دی گئی ہیں۔ دین اسلام میں ہر طرح کی میوسیقی حرام ہے۔ کوئی شعر و نغمہ اور راگ ڈھول کی اجازت نہیں ہے۔ دین کے نام پر تالیاں اور سیٹیاں تو مشرکین مکہ بھی بجاتے تھے۔ کوئی قوالی، کوئی دُھن کی اجازت ہے۔

جس کو نماز میں مزہ نہیں آتا وہ عبادت کی روح کو کیسے سمجھے گا؟

ہم نے اس طرح کی بدعات شامل کر کے دین کو نہیں پھیلانا۔ کسی کو چاہے نماز روزہ بورنگ لگے یا روکھا پھیکا۔ دین میں گلیمر نہیں بلکہ توحید کی اصل روح لے کر آنی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب عذاب کا مزہ چکھو۔ اشارہ ہے بدر کی طرف کہ ایک فیصلہ کن شکست آنے والی ہے۔

اب آخری آیات میں دو گروہوں کا ذِکر ہے جنہوں نے اللہ کا دین قبول کر لیا اور دوسرا وہ جس نے حق قبول نہیں کیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ ﴿۳۶﴾

بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے پھر وہ ان کے لیے حسرت ہو گا پھر مغلوب کیے جائیں گے اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے ﴿۳۶﴾

آج لوگ کروڑوں ڈالر اسلام کے خلاف خرچ کرتے ہیں۔ نہ تو وہ پہلے کچھ نہ کر سکے۔ نہ ہی آئندہ کچھ کر سکیں گے۔ آج اگر آپ کمزور بھی ہی تو فکر نہ کریں۔ اللہ آپ کو غالب کر دے گا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔ آخر کار مکہ سے تمام کافر ہمیشہ کے لئے نکال دیئے گئے۔

اور ان کو صرف دنیا کے نقصان ہی نہیں آخرت میں بھی سزا ملے گی۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ
اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور ایک ناپاک کو دوسرے پر دھر کر ڈھیر بنائے پھر اسے
دوزخ میں ڈال دے وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۳۷﴾

اللہ نے صحابہ کرامؓ کی بھی آزمائش کی اور آج ہماری بھی ہو رہی ہے تا کہ نیک اور ثابت قدم لوگ
منتخب کر لئے جائیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

کافروں سے کہہ دو اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا اور اگر لوٹیں گے تو
پہلے کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے ﴿۳۸﴾

اللہ تعالیٰ پھر موقع دے رہے ہیں کہ اگر اب بھی کافر مسلمان ہو جائیں تو اُن کو معافی مل جائے گی۔ اللہ
کی رحمت دیکھیں کہ نبیؐ کو تکلیفیں دینے والوں کی معافی کا اعلان کر دیا۔ لیکن اگر نہ مانے تو کافروں کے
خلاف قانون نافذ ہو جائے گا۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر یہ
باز آجائیں تو اللہ ان کے اعمال دیکھنے والا ہے ﴿۳۹﴾

اب تک تو مسلمان سب کچھ برداشت کرتے رہے تھے۔ اب جہاد اور مقابلے کا وقت آ گیا۔ اب مسلمانون کو حکم دیا گیا تم اُٹھ جاؤ اور اللہ کا دین نافذ کرو۔

وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوۡلٰٮكُمۡ‌ ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَنِعۡمَ النَّصِيۡرُ ﴿۴۰﴾

اور اگر وہ پھر جائیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا دوست ہے اور بہت اچھا دوست ہے اور بہت اچھا مددگار ہے ﴿۴۰﴾

بہت خوبصورت طریقے سے پارے کا اختتام ہوا۔ عمرؓ کا قول ہے کہ اگر یہ تین آیات ہوتیں تو میں اس کو سورت بنا کر پیش کرتا۔ اللہ بہترین دوست، اور بہترین مددگار ہے۔ یہ بات دل کو سکون اور خوشی دیتی ہے۔ ہم صبح شام کی دعاؤں میں بھی دعا پڑھتے ہیں۔

حَسۡبِىَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ

(مجھے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں ان ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کے مالک ہیں)۔

اس پارے کے عملی نقطے؛

* اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت۔
* جیسا عمل ویسا اجر
* حق اور باطل کا فرق